74

غیراز جماعت لوگوں سے میل جول کی تلقین

(فرمودہ ۳؍ نومبر ۱۹۲۲ء)

حضور انور نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

ہماری جماعت جن حالات میں سے گذر رہی ہے اس کی وجہ سے بعض ایسے نتائج پیدا ہو گئے ہیں کہ اگر ان کو دور کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو ہماری آئندہ ترقی میں یقیناً روک پڑ جائے گی۔ دنیاوی اخلاق حالات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اگر ان حالات کے اظہار میں بدنتائج سے بچنے اور اچھے نتائج کے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو مفید اور اگر کوشش نہ کی جائے اور ان حالات کے اثرات بد کو جو اعمال اور طبیعت اور جوارح پر پڑتے ہیں دور نہ کیا جائے تو برا نتیجہ ہوتا ہے۔

وہ کیا اثرات ہیں جن کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ موجودہ زمانہ میں ہماری جماعت کمزور ہے۔ ہماری جماعت جو دعاوی کرتی ہے وہ گو قدیم ہیں لیکن اس زمانہ کے لئے نئے ہیں۔ جب سے آدمی پیدا ہوا ہے۔ یہی دعویٰ اور یہی خیال چلا آیا ہے۔ ہمارا غیر احمدیوں سے یہ اختلاف نہیں کہ روزہ رکھو یا نماز پڑھو۔ ہم بھی نماز اور روزہ یونہی ادا کرتے ہیں جس طرح وہ ادا کرتے ہیں۔ بلکہ بعض عقائد میں اختلاف ہے۔ جو ان کے خراب ہو گئے ہیں۔ اگرچہ ہمارے عقائد قدیم ہیں۔ لیکن لوگوں کے لئے یہ خیالات اور عقائد نئے ہیں۔ ہم ان لوگوں کے ان اعمال و رسوم و عادات پر اعتراض کرتے ہیں۔ جو انہوں نے نئی پیدا کرلی ہیں۔ جو عمل وہ اب کرتے ہیں۔ اگر یہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی کرتے تو ہم میں اور ان لوگوں میں کوئی اختلاف نہ ہوتا بلکہ ہم اور وہ ایک ہوتے۔

اسی طرح ہماری عیسائیوں سے لڑائی نہیں، کہ ہم کوئی نئی بات کہتے ہیں۔ بلکہ ہم میں اور ان میں یہ لڑائی ہے کہ انہوں نے وہ راستہ چھوڑ دیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا راستہ تھا اسی طرح ہمیں یہود سے یہ اختلاف نہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئے عقائد لائے تھے۔ جن کو وہ نہیں مانتے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر یہود حضرت موسیٰؑ کی تعلیم پر قائم ہوتے تو ان کو حضرت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بھی بری نہ لگتی۔

پس ہمارا اختلاف کسی نئی بات کے باعث نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے ہے۔ جو سب سے پرانی ہے۔ مگر دنیا اس کو نئی سمجھتی ہے۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے۔ ایک چیز جو ایک شخص کو اچھی لگتی ہے۔ وہ دوسرے کو بری لگتی ہے۔ بعض علاقوں کے لوگ تہ بند باندھتے ہیں۔ اور ایک ملک کے لوگ اس قسم کا پائجامہ پہنتے ہیں جس میں سے پنڈلیاں نظر آتی ہیں۔ کوئی شلوار نما پائجامہ پہنتے ہیں۔ کوئی شلوار۔ کوئی اس قسم کا پاجامہ جس کو شرعی کہتے ہیں۔ گو معلوم نہیں کہ وہ کونسی شریعت ہے جس کے مطابق وہ شرعی پاجامہ کہلاتا ہے۔ کسی ملک میں لوگ لنگوٹی ہی پہنتے ہیں۔ کچھ لوگ ننگے ہی رہتے ہیں۔ مگر کسی خاص قسم کے لباس کے بارے میں شریعت نے احکام نہیں دئے ہم ہندوانہ پائجامہ نہیں پہنتے۔ جو عام طور پر ریاستوں میں پہنا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی پہنے تو ہم اس پر اعتراض بھی نہیں کرتے۔ انگریز خواہ نو مسلم ہوں وہ پتلون پہنتے ہیں۔ ہم ان پر بھی اعتراض نہیں کرتے۔ کیونکہ انسان ہر وضع کا لباس پہن سکتا ہے۔ بشرطیکہ ایسا نہ ہو جس سے عبادت میں روک پیدا ہو۔ کیونکہ شریعت نے نہ کسی لباس سے روکا ہے۔ نہ کسی خاص کا حکم دیا ہے۔ بلکہ جس ملک میں جو رواج اور پسندیدہ ہے وہ لوگ پہنتے ہیں۔ اور انسان لباس اپنی جسمانی حالت اور ملک کی حالت کو دیکھ کر خود بنا سکتا ہے۔ اور خاص قسم کے لباس سے نہ صحت پر اثر پڑتا ہے نہ روحانیت پر۔ مگر باوجود اس کے جو شخص پاجامہ کا عادی ہے وہ تہ بند پر شرمائے گا۔ تہ بند ایسی چیز نہیں جس کے لئے کسی خاص مشق کی ضرورت ہو۔ کیونکہ اتنا تہ بند تو ہر ایک شخص باندھ سکتا ہے کہ معمولی طور ستر پوشی کر سکے۔ گو اس قسم کا تہ بند بھی باندھنے والے ہوتے ہیں کہ ان کے تہ بند دوڑنے اچھلنے کودنے وغیرہ میں نہیں کھلتے اور ایسا تہ بند جو معمولی طور سے ستر پوشی کر سکے ایک یورپین بھی باندھ سکتا ہے۔ لیکن جب ایک شخص کو جو تہ بند باندھنے کا عادی نہ ہو کہا جائے کہ تہ بند باندھو تو وہ شرم کرے گا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ باندھنا نہیں جانتا کیونکہ میں نے بتایا ہے کہ اس کے باندھنے کے لئے کسی خاص مشق کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ صرف اس کے لئے تہ بند کا نئی چیز ہونا ہے۔

پس تہ بند باندھنے میں اس لئے شرم نہیں کی جاتی کہ یہ عمدہ پوشاک نہیں۔ یا ادنیٰ درجہ کی پوشاک ہے کیونکہ لنگیاں وغیرہ قیمتی بھی ہوتی ہیں وہ لوگ جو اس کے عادی نہیں اس کے باندھنے سے شرم اس لئے کرتے ہیں کہ پاجامہ پہننے والے کے لئے تہ بند باندھنا نئی چیز ہے۔

یہ بات کہ نئی چیز سے شرم اور جھجک ہوتی ہے۔ اور یہ ایک طبعی بات ہے۔ دو تین ماہ کے بچے کو بھی اگر کوئی نیا شخص گود میں لینے لگے تو وہ شرم محسوس کرتا ہے۔ اور اس کے چہرے پر گھبراہٹ سی آجاتی ہے۔ نئے آدمی کو دیکھ کر اس کی طبعی شرم ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس ہم جو باتیں لوگوں کے

سامنے پیش کرتے ہیں گو وہ قدیم ہیں مگر لوگوں کے لئے چونکہ نئی چیز ہیں اس لئے وہ ان سے شرم کرتے ہیں۔

پھر بعض لوگوں کے فوائد کے بھی خلاف ہیں۔ مثلاً جو پرانی گدیاں ہیں وہ احمدیت کے بعد کہاں قائم رہ سکتی ہیں۔ اور وہ علماء جنہوں نے محنت کے بعد جماعتیں بنائی ہیں۔ اور لوگ ان کی عزت بھی کرتے ہیں۔ لوگوں کی نظر میں ان کی حیثیت استاد کی ہے۔ لیکن اگر وہ ہماری جماعت میں داخل ہونگے۔ تو وہ لوگ جو ان کے تابع ہیں۔ اگر ان کے ساتھ وہ لوگ بھی احمدی ہو جائیں تو وہ سمجھیں گے کہ ہماری اور مولوی صاحب کی ایک ہی حیثیت ہے۔ کیونکہ کوئی مولوی صاحب نئے نئے جب سلسلہ میں داخل ہونگے۔ تو ان کو قرآن کریم کی تفسیر کے اصول سیکھنے ہونگے۔ سلسلہ کی تعلیم سے واقف ہونا ہوگا۔ اور وہ مولوی جو پہلے سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں اور جو ان کی نظر میں حقیر تھے۔ ان کی ان کو شاگردی کرنی ہوگی۔ وہ امرا جو لوگوں پر حکومت کرنا ہی جانتے ہیں ان کو بھی ان لوگوں کی ماتحتی کرنی اور ان کی بات ماننی پڑے گی جن کے رتبہ کے لوگوں کی بات ماننے کے وہ عادی نہیں ہوتے۔ پس ان میں سے کچھ تو وہ لوگ ہیں جن کے راستہ میں سلسلہ کے قبول کرنے میں طبعی شرم حائل ہے اور کچھ اپنے رسوخ کو قائم رکھنے کے لئے ایسے لوگوں کی طبعی شرم کو جوش میں لاکر انہیں سلسلہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ اور وہ جوش میں آکر رک جاتے ہیں۔ جیسا کہ بچہ ہوتا ہے کہ اگر اس کی ماں اس کے سامنے آئے تو وہ اس سے نہیں گھبراتا اور اگر اس کی ماں کو ہوّا کہا جائے۔ تب بھی وہ اس سے نہیں ڈرتا لیکن اگر کوئی غیر عورت آئے۔ جس سے کہ وہ طبعی شرم کے باعث ڈرے گا۔ اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ وہ ہوّا آیا تو وہ بے اختیار رو پڑے گا۔ اس طرح علماء' صوفیا' اور امراء میں سے بھی کئی طبعی شرم کے باعث جھجکتے ہیں اور دوسروں کو روکتے ہیں یہی حال غیر مذاہب کے لوگوں کا ہے کہ وہ بھی نئی چیز سے جھجکتے ہیں۔ اور چونکہ عوام اپنے اکابر کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اس لئے رک جاتے ہیں پھر بعض جگہ ہم سے مال چھینتے جائدادوں پر قبضہ کرتے گھروں سے نکالتے' عورتیں چھینتے۔ اور بس چلتا ہے تو جان سے بھی مار ڈالتے ہیں۔ اور ہمیں اذیتیں پہنچا کر اپنے نزدیک کارِ ثواب کرتے ہیں۔ ان مظالم کا ایک خطرناک نتیجہ نکلا ہے۔ جو ایک طبعی امر ہے۔ جس کا اگر انسداد نہ کیا گیا تو ہماری تبلیغ بالکل رک جائے گی۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہماری جماعت کمزور ہے۔ اور اس پر ہر طرح کے مظالم کئے جاتے ہیں۔ اور انسان کی طبیعت میں یہ داخل ہے۔ کہ جن لوگوں کی طرف سے اس پر طرح طرح کے مظالم توڑے جائیں وہ ان سے علیحدگی اختیار کرلیتا ہے۔ احمدیت سے قبل ایک شخص کی ایک عزت بنی ہوتی ہے۔ لوگ اس سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن جب وہ احمدی ہو جاتا ہے۔ تو اس سے نفرت اور

حقارت کرنے لگتے ہیں۔ جب وہ کسی مجلس میں جاتا ہے۔ تو شریر لوگ اس کی بے عزتی کرتے اور اس کو دکھ پہنچاتے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ طبعی نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ ایسا شخص ایسی مجالس اور اس قسم کے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیتا ہے۔ جو اس کو دکھ دیتے اور اس کی تحقیر و تذلیل کرتے ہیں۔ لیکن جس طرح پہلی طبعی بات پر ہر جگہ پر عمل کرنا درست نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی درست نہیں۔ خدا تعالیٰ نے نئی چیز سے جو طبعی جھجک رکھی ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ انسان ہر نئی چیز کو چھوڑ دے۔ بلکہ یہ ہے کہ ہر چیز کو اختیار نہ کرے اور جو چیز اختیار کرنے کے قابل ہو اس کو اختیار کرے۔ اسی طرح جو شخص شریروں کی شرارتیں دیکھ کر ان سے مجتنب ہوتا ہے وہ بھی اچھا نہیں کرتا کیونکہ اس سے تبلیغ کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر قسم کے لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایسا شخص بھی اس طبعی حالت کا غلط استعمال کرتا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں یہ مادہ پیدا ہو گیا ہے۔ غیروں کی مجالس میں جانے سے جھجکنے لگ گئی ہے۔ اور ان سے مدنیت جاتی رہی ہے اور یہ کہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ سکیں اس مادہ میں بھی کمی آگئی ہے۔ یا زیادہ نہیں رہا۔ اور وہ حالت جو اس سے پہلے سالوں میں تھی وہ اب نہیں رہی۔ اور اس طرح ملنا جلنا ترک ہونے سے جماعت کے رعب میں بھی فرق آگیا ہے۔ قاعدہ ہے کہ آنکھوں کا جو اثر ہوتا وہ دور کی باتوں کا نہیں ہوتا۔ کوئی شخص کتنا ہی شریر اور مخالف ہو۔ جب اس کے سامنے انسان چلا جائے تو اس کی شرارت میں کمی آجاتی ہے۔ یا کم از کم اس کی آنکھوں میں حیا آہی جاتی ہے۔ تمہارے متعلق مخالفین اس قسم کی ہزار خبریں پڑھیں کہ تم ممالک غیر میں کس طرح تبلیغ اسلام کرتے ہو۔ اس کا ان پر اثر نہیں ہو سکتا۔ جتنا اس کا اثر ہو سکتا ہے کہ تم ان سے ملو اور اپنی زبان سے ان کو حالات سناؤ۔ آج کل جو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ شریر ہیں ان سے کیا ملنا ہے۔ اس سے جماعت پر مظالم میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ اگر غیر لوگوں کو ہمارے لوگ ملیں اور تبلیغ کریں اور حالات سے آگاہ کریں تو محض میل ملاقات سے ہی حالات میں تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔ پس جو شخص ظلم کرتا ہے اس سے ہر حال میں علیحدگی دانائی نہیں بلکہ اس سے ملنا اور اس کو نصیحت کرنا ضروری ہے اور وہ اس کا مستحق ہے۔

پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ملنساری پیدا کرو۔ اخلاق فاضلہ یہ نہیں ہیں کہ جو تم سے ملتا ہے تم اس سے نرمی کا سلوک کرو۔ بلکہ اخلاق فاضلہ کا منشاء یہ ہے کہ تم لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے ملو۔ اور ان سے ہمدردی اور عمدہ برتاؤ کرو۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ غیر احمدیوں، سکھوں، عیسائیوں، ہندوؤں وغیرہ سب سے ملیں اور تعلقات پیدا کریں۔

مگر یہاں ایک نکتہ اور بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ایک گروہ ہلاک

ہو گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لوگوں سے ملنے اور ہمدردی کرنے اور دنیوی تعلقات رکھنے کے یہ معنی نہیں کہ اپنے مذہبی عقائد بھی ان کی خاطر قربان کریں دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہندوؤں سے تعلقات تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک ضرورت کے وقت ایک مشہور ہندو سے جو آپ کا دعویٰ سے پہلے کا واقف تھا۔ آپ نے قرض روپیہ منگوایا تھا اور اس نے بھیج دیا۔ اسی طرح یہاں کے بعض ہندوؤں سے آپ کے تعلقات تھے۔ اور تیس چالیس سال تک آخری عمر میں تعلقات رہے۔ ان لوگوں نے آپ کے الہامات سنے اور معجزات کو دیکھا۔ ان کو تو نہ مانا مگر تعلقات دنیوی پھر بھی رہے۔ کیا ان تعلقات کی وجہ سے آپ نے اسلام کا منشاء چھوڑ دیا۔ یا آپ نے اوروں کو بھی اسلام پر قائم کیا۔ آپ کے سب مذاہب کے لوگوں سے تعلقات تھے۔ مگر ان تعلقات کا مذہبی عقائد پر کچھ اثر نہیں تھا۔ کیونکہ دوستی کے تعلقات کا یہ منشاء نہیں ہوتا کہ مذہبی عقائد کی قربانی کی جائے۔ دوستی کے لئے مذہب کی قربانی نہیں ہوا کرتی۔ پس یہ مت سمجھو کہ اگر غیروں سے دوستی کریں گے تو عقائد مذہبی کی قربانی کرنی پڑے گی۔ دوستی کے لئے مذہب کی قربانی کرنا اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ دیکھو اگر کسی شخص کا بچہ اس لئے روئے کہ مجھے سنکھیا دو تو ماں باپ کی محبت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ اس کی اس خوشی کو پورا کریں۔ کیونکہ اس میں بچے کا فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہے۔ یا کوئی دوست اپنے دوست کو کہے کہ تم کنویں میں کود پڑو تو اس بات کا ماننا غلطی ہوگی کیونکہ کنویں میں کودنے سے دوست کا فائدہ کچھ نہیں۔ مگر کودنے والے کی جان کا خطرہ ہے۔ پس اگر تم اپنے عقیدہ کو چھوڑ دو گے تو اس میں دوسرے کا فائدہ کوئی نہیں ہوگا۔ البتہ تمہارا نقصان ہوگا۔

یہ بھی مت سمجھو کہ دوستی اسی وقت ہو سکتی ہے جب عقیدہ قربان کیا جائے۔ کیونکہ دوستی کے لئے عقیدہ قربان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہاں جو کمزور دل کے لوگ ہیں اور دوسرے پر اثر ڈالنے کی بجائے اس کا اثر قبول کرتے ہیں وہ اپنی فکر کریں۔ اگر تم غیروں سے ملو ان سے تعلقات پیدا کرو اور اپنے مذہبی معاملات کو قربان نہ کرو۔ اور باقی دنیوی معاملات میں قربانی کرو۔ ان کی ہمدردی کرو۔ تو وہ لوگ نہ صرف خود تم پر زیادتیاں کرنا چھوڑ دیں گے بلکہ اوروں کے مظالم میں بھی تمہارے مددگار ہونگے۔ اور تمہارے حقوق کی حفاظت کریں گے۔

پس دونوں باتوں کو مدنظر رکھو۔ اخلاق کی رعایت رکھو اور اور مدنیت کو مت چھوڑو۔ دنیاوی معاملات میں ہمدردی اور غمگساری کرو۔ مصیبتوں میں دوسروں کا ہاتھ بٹاؤ اور نیک مشورے دو۔ اور ان سے مشورے لو۔ اور مشکلات میں ان کے کام آؤ۔ لیکن ان تعلقات کی وجہ سے دین میں خلل نہ آنے دو۔

اگر ہمارے احباب یہ باتیں ملحوظ رکھیں تو نہ فطرت مرے گی نہ تبلیغ کے کام میں روک پیدا ہوگی۔ بعض نے نیکی اس کو سمجھ لیا ہے کہ خاموش رہیں اور دوسروں سے تعلقات نہ رکھیں یہ نیکی نہیں ایسے لوگ ست اور غافل ہیں۔ اور یہ ان کی کمزوری ہے اور نقص ہے۔ اس کو دور کرنا چاہیئے۔ اور اس کا علاج کرنا چاہیئے۔ جو شخص دوسروں سے مل نہیں سکتا وہ بھی بیمار ہے۔ اس کو علاج کرنا چاہیئے۔ اور جو عقائد چھوڑتا ہے وہ بھی اپنے کو ہلاک کرتا ہے۔ چاہیئے کہ لوگوں سے ملو اور ایسے تعلقات پیدا کرو کہ وہ تمہارا اپنے آپ کو محتاج خیال کریں۔

اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ تم لوگوں سے ملو ان کی ہمدردی کرو مگر اپنے عقائد کو لوگوں کی خوشی کے لئے قربان نہ کرو۔ اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ اور لوگوں سے ملنا ترک کرکے دین کی تبلیغ میں روک نہ بنو۔

جب دوسرے خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا۔ آج بھی ایک جنازہ ہے۔ گو میں نے اعلان کیا تھا لیکن معلوم ہوا ہے کہ ایک ایسے بھائی جو زمیندار اور مخلص اور جوشیلے احمدی تھے اور جہاں تک میرا ان سے تعلق تھا۔ میں نے ان کو اچھا ہی سمجھا تھا۔ ان کا نام چوہدری علی محمد تھا۔ ونجواں ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ فوت ہو گئے ہیں۔ ضلع گورداسپور کی جماعتیں قادیان کی جماعت کو چھوڑ کر عملی حالت میں کمزور ہیں عام طور پر جو لوگ سلسلہ میں داخل ہیں ان میں سے کم میں سلسلہ کے لئے غیرت اور دین میں انہاک اور سلسلہ سے واقفیت پیدا کرنے اور سلسلہ کی کتابیں پڑھنے کا خیال ہے ایسے کم ہیں جن پر سلسلہ کی محبت مستولی ہے اور تبلیغ کا جوش ہے۔ لیکن مرحوم انہی کم لوگوں میں سے ایک تھا۔ مخلص اور جوشیلا تبلیغ میں منہمک رہتا تھا۔ میرے نزدیک ان کے فوت ہونے سے جماعت گورداسپور میں کمی آگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کمی کو پورا کرے اور مرحوم میں جو غلطیاں ہوں ان کو اپنا رحم کرکے معاف کرے۔ جمعہ کے بعد ان کا جنازہ پڑھوں گا۔

(الفضل ۱۶ر نومبر ۱۹۲۲ء)